

مولانا نصرت علی اثیر

امام زفر بن المنذیل

نام و نسب

زفر نام اور ابو المنذیل مشہور کنیت تھی۔ اس کے علاوہ آپ کو العنبری، الیثمی، الکوفی اور فقیہ الحنفی کی نسبت سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ طاش کبریٰ زادہ نے اپنی کتاب "مفتاح السعادة" میں کنیت ابو خالد بھی لکھی ہے۔ والد کا نام بذیل تھا۔ سلسلہ نسب معد بن عدنان سے جا ملتا ہے۔ تاریخ ابن خلکان میں آپ کا شجرہ نسب یوں درج ہے: ابو المنذیل بن قیس بن سلیم بن مکمل بن ذہل بن ذویب بن جذیمہ بن عمرو بن جحود ابن جندب بن العنبر بن عمر بن تمیم بن مرث بن اوز بن طابخر بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ^۱۔

ابن حزم ^۲ نے بھی ابن جندب تک سلسلہ نسب اسی طرح ذکر کیا ہے، جب کہ طاش کبریٰ زادہ ^۳ نے دادا کا نام قیس کی بجائے صباح لکھا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے سلسلہ نسب کے کچھ نام حذف کر دیے ہیں۔ آپ کے والد بذیل مروان بن محمد کے عہد میں اصفہان کے والی تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ عجمی لونڈی تھیں، جس کی وجہ سے آپ کی شکل و صورت عجمی اور زبان خالص عربی تھی۔ ^۴ بذیل اپنی ولایت ہی کے زمانے

^۱ حافظ ابو نعیم اصبہانی: کتاب ذکر اخبار اصبہان، ۱: ۱۱۲، مطبوعہ لندن

^۲ طاش کبریٰ زادہ: مفتاح السعادة، ۲: ۱۱۳، مطبوعہ حیدرآباد

^۳ ابن خلکان: تاریخ ابن خلکان، ۱: ۲۰۸، مطبوعہ ایران ۱۲۸۳ھ (نسخہ سمرقند)

^۴ ابن حزم: جمہرة الانساب، ۲۰۸، مطبوعہ مصر

^۵ طاش کبریٰ زادہ: مفتاح السعادة، ۲: ۱۱۳، مطبوعہ حیدرآباد

^۶ ابن حزم: جمہرة الانساب، ۲۰۸، مطبوعہ مصر

^۷ کردی: مناقب امام عظیم، ۲: ۱۸۶، مطبوعہ ہند

میں اس دایرہ فانی سے رخصت ہو گئے۔ آپ کے چار بیٹے تھے جن کے نام یہ ہیں: (۱) کوثر (۲) ہرثمہ (۳) زفر (۴) صبار^{۵۵}۔ حافظ ابونعیم نے صبار کا ذکر نہیں کیا جو بنو تمیم کے صدقات کے والی تھے۔

ولادت

آپ ﷺ میں پیدا ہوئے۔ ابن کثیر نے ”البدایہ والنہایہ“ میں سالِ پیدائش ۱۱۶ھ لکھا ہے لیکن کسی اور تذکرہ نگار نے اس کو اختیار نہیں کیا۔ طاش کبریٰ زادہ اور خیر الدین زرکلی نے اپنی کتابوں میں آپ کا اصلی وطن اصفہان لکھا ہے۔ حافظ ابونعیم نے اس کو ایک دوسرے انداز سے بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

كان ابوالمهذيل يا صبهان في خلافة يزيد بن الوليد بن عبد الملك
وكان ينزل قرية بئر ابله

یزید ابن الولید کے دور میں ابوالمہذیل اصفہان میں مقیم تھے اور قریہ ہزرا میں ان کی آمد و رفت رہتی تھی۔ ان عبادات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امام زفر کے والد اصفہان کے والی بننے سے پہلے یہاں کے مکین تھے۔ ۲۷ھ میں مردان بن محمد کے زمانے میں وہ اصفہان کے والی بنے اور ولایت کے زمانے ہی میں رحلت فرما گئے۔ ہزار کی بستی اس خاندان کا مسکن تھی۔ زفر اس وقت سترہ برس کے تھے جب آپ کے والد ماجد کو ولایت کا عہدہ تفویض کیا گیا۔ والد کی وفات تک تو آپ اصفہان ہی میں رہے، بعد میں کوفہ آ گئے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تربیت اعلیٰ خاندانی روایات کے مطابق ہوئی جس کی وجہ سے آپ کو دینی علوم سے قلبی لگاؤ پیدا ہو گیا۔ علما کی مجالس سے فیض یاب ہوتے۔ حدیث سے آپ کو عقیدہ اُنس رہا، جس کی وجہ سے آپ کی ابتدائی مجالس ایسے حفاظ حدیث کے ساتھ رہیں جو حدیث میں سند کی حیثیت رکھتے تھے۔ بعد میں جو مسائل

^{۵۵} ابونعیم اصفہانی: کتاب ذکر اخبار اصفہان: ۱: ۲۱۲، مطبوعہ لندن

^{۵۶} طاش کبریٰ زادہ: مفتاح السوادة: ۲: ۱۱۳، مطبوعہ حیدرآباد

^{۵۷} ابواسحاق الشیرازی: طبقات الفقہاء: ۱۱۳، مطبوعہ بغداد

^{۵۸} ابن کثیر، البدایہ والنہایہ: ۱۰: ۱۲۹، مطبوعہ مصر، ﷺ خیر الدین زرکلی، الاعلام: ۳: ۷۸

^{۵۹} حافظ ابونعیم، ﷺ، مطبوعہ لاہور، ﷺ

کی سچیدگیوں سے سامنا پڑا تو حضرت امام ابو حنیفہؒ کے درس میں جا کر زانوئے تلمذ تہ کیا اور پھر وہیں کے پورے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے بیس سال تک کا عرصہ امام ابو حنیفہؒ کی صحبت میں گزارا۔ پھر امام صاحب کی رحلت کے بعد آپ کی مسندِ درس پر ان کے جانشین بنے۔

اساتذہ
آپ نے علما کی ایک کثیر تعداد سے فیض حاصل کیا۔ نمایاں شیوخ مندرجہ ذیل ہیں:

- (۱) محمد بن اسحاق صاحب المغازی (متوفی ۱۵۰ھ)، (۲) سلیمان بن عمران الاعمش (۶۰ تا ۱۴۸ھ)،
- (۳) یحییٰ بن عبد اللہ التیمی، (۴) اسمعیل بن ابی خالد الحمسی، (۵) نعمان بن ثابت الامام ابو حنیفہؒ (۸۰ تا ۱۵۰ھ)، (۶) ایوب بن ابی تمیمہ کیسان السخنیانی، (۷) زکریا بن ابی زائدہ (متوفی ۱۵۰ھ)، (۸) سعید بن ابی عروبہ، (۹) یحییٰ بن سعید الانصاری، (۱۰) قیس بن جثیر، (۱۱) عبد اللہ بن عبد الرحمن الاشجعی (متوفی ۱۸۲ھ)، (۱۲) حجاج بن ارطاة

شاکر د

امام زفرؒ علم و عمل کے ایک درخشندہ آفتاب تھے، جس کے نور سے کئی اذہان کی تاریکیاں چھٹ گئیں۔ آپ جب کسی موضوع پر گفتگو کرتے کسی قسم کی کوئی تشنگی نہ چھوڑتے اور جب کسی سے کسی معاملے میں بحث ہو جاتی تو مقابل کی زبان گنگ ہو جاتی۔ آپ نے علوم دینیہ کو عقل و خرد کی میزان پر لا کر ہر پہلو سے جانچا اور ثابت کر دیا کہ اسلام کا پیش کردہ ضابطہ زندگی ہر دور کے لیے ایک روشن مینار ہے۔ اس آفتاب کی کرنوں سے کئی آفتاب فیض یاب ہوئے۔ بعض کے نام درج ذیل ہیں۔ ان حضرات نے علامہ موصوف سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

- (۱) عبد اللہ بن المیارک (۱۱۸ تا ۱۸۱ھ)، (۲) شفیق بن ابراہیم البلیخی (متوفی ۱۹۴ھ)، (۳) محمد بن حسن

تلمذ کردی : مناقب امام اعظمؒ : ۲ : ۱۸۵، مطبوعہ ہند ۱۵۱۵ھ (ایضاً) : ۲ : ۱۰۲

تلمذ ابن عبد البر : انتقاء : ۱۷۳، مطبوعہ مصر ۱۳۵ھ

تلمذ علامہ زاہد افندی : لمحات النظر : ۱۳، مطبوعہ مصر ۱۵۱۵ھ (ایضاً) : ص ۱۵

تلمذ محی الدین نووی : تعزیم الاسماء واللغات : ۱۹۷، مطبوعہ مصر

الشیبانی (۱۳۲ھ تا ۱۳۷ھ)، (۳) وکیع بن الجراح (۱۲۷ھ تا ۱۹۷ھ)، (۵) سفیان بن عیینہ (۱۰۷ھ تا ۱۹۸ھ)، (۶) ابو علی عبید اللہ بن عبد المجید، (۷) محمد بن عبد اللہ الانصاری القاضی، (۸) ہلال بن یحییٰ المعروف بہلال الرائی (متوفی ۲۳۵ھ)، (۹) حکم بن ایوب، (۱۰) شداد بن حکیم (متوفی ۲۲۵ھ)، (۱۱) نعمان بن عبد السلام (متوفی ۱۸۳ھ)، (۱۲) مالک بن فدیك، (۱۳) ابو عاصم النبیل الضحاك بن محمد (متوفی ۲۱۲ھ)، (۱۴) حسن بن زیاد اللؤلؤی (متوفی ۲۰۴ھ)، (۱۵) ابو وہب محمد بن مزاحم المروزی، (۱۶) ابو نعیم الفضل بن وکیع (متوفی ۲۱۶ھ)، (۱۷) بشر بن القاسم (متوفی ۲۱۵ھ)، (۱۸) سعید بن اوس (متوفی ۲۱۵ھ)، (۱۹) ابراہیم بن سلیمان (متوفی ۱۷۳ھ)، (۲۰) حسان بن ابراہیم، (۲۱) مسلم بن ابراہیم، (۲۲) اکثم بن محمد، (۲۳) حسن بن الولید، (۲۴) محمد بن اعین، (۲۵) عبد اللہ بن ابی رزمہ، (۲۶) محمد بن وہب، (۲۷) عمر بن الزجاج، (۲۸) عبد اللہ بن داؤد الخدیجی (متوفی ۲۱۳ھ)، (۲۹) خالد بن جاث (متوفی ۱۸۶ھ)، (۳۰) عبد الوہاب بن زیاد (متوفی ۱۸۶ھ)، (۳۱) یحییٰ بن احمد بن محمد الزجاجی، (۳۲) خلف بن ایوب البغلی (متوفی ۲۱۵ھ)، (۳۳) یحییٰ بن احمد بن محمد بن اسحاق، (۳۴) عبد الرحمن بن محمد۔

امام زفر اور حدیث

امام زفر کو حدیث سے والہانہ تعلق تھا۔ آپ قرآن مجید کے بعد حدیث سے استنباد کرتے تھے۔
 رشد اللہ سندھی نے طبقات القاری کے بحوالے سے عبد اللہ ابن المبارک سے امام زفر کا ایک قول کیا ہے۔
 عبد اللہ ابن المبارک فرماتے ہیں کہ میں نے امام زفر کو کہتے سنا:

لَا نَأْخُذُ بِالرَّأْيِ مَا دَامَ أَثَرُ إِذَا جَاءَكَ ثَرْثَكُ السَّوْءِ ۖ

جب تک ہمیں کوئی ”اثر“ ملتا رہتا ہے ہم رائے پر عمل نہیں کرتے اور اگر رائے پر عمل کرتے ہیں اور اس کے بعد کوئی اثر مل جاتا ہے تو عمل بالرائے کو ترک کر دیتے ہیں۔

اس روایت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ امام زفر کی جملہ فقہی آرا یا تو حدیث سے مستنبط ہوتی تھیں یا اگر حدیث نہ ملتی تو پھر قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں رائے اختیار کرتے، اپنے قول کے خلاف کوئی حدیث پالیتے تو اپنے قول کو ترک کر دیتے اور حدیث کو اختیار کر لیتے۔ اس سے بعض تذکرہ نگاروں

کی ان آراء وکان من اصحاب الحديث فخلب عليه الروای کی تاویل کرنا پڑے گی، کہ آپ نے اصحاب حدیث کی وہ روش ترک کر دی جس کی رو سے حدیث کی عدم موجودگی میں کسی قسم کی کوئی رائے اختیار کی جاسکتی تھی۔ جہاں حدیث نہ ملتی وہاں خاموش رہتے۔ لیکن مسائل کی پیچیدگیاں جب بڑھنے لگیں اور بعض معاملات کی صورتیں ایسی پیش آئیں جن میں متضاد احادیث سامنے آتیں تو پھر عادت کو سند و نقد کی میزان پر رکھ کر دیکھتے۔ جو حدیث زیادہ راجح نظر آتی اس کو اختیار کر لیتے اور جہاں کوئی حدیث نہ ملتی وہاں دیگر آثار اور تعلیمات اسلامی کو مد نظر رکھ کر رائے کا اظہار کرتے، اور یہی قیاس تھا۔ آپ کو سند حدیث اور روایت حدیث میں مہارت نامہ تھی۔ ابو نعیم الفضل بن دکن روایت کرتے ہیں، قال فی زعمہا ہات احادیثک اغریلہا لک غریبۃ۔^{۱۲۱}

امام زفرؒ نے مجھ سے کہا کہ اپنی احادیث ملاؤ، میں انھیں (جرح و تعدیل) کی چھلنی میں چھان لوں۔ ابن جبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے:

کان زفر فتننا حافظا قلیل الخطاء لم یسلک مسلک صاحبہ فی قلة التیقظ فی الروایات وکان اقیس اصحابہ واكثرهم رجوعا الی الحق اذا لاح له^{۱۲۲} زفر صاحب الرائے، حافظ الحدیث اور قلیل الخطائے۔ جن روایات کے بارے میں انھیں خیال ہو جاتا کہ امام ابو حنیفہؒ نے پوری توجہ سے ان کی چھان پھشک نہیں کی ہے، ان کا اتباع نہ کرتے۔ گو کہ وہ اپنے تمام ساتھیوں میں سب سے زیادہ قیاس کے معاملے میں مہارت رکھتے تھے اور جب حق ان پر ظاہر ہو جاتا تو وہ اکثر اپنی رائے سے رجوع کر لیتے۔ محمد بن وہب کہتے ہیں:

انہ کان من اصحاب الحديث وکان احد العشرة الذین دونوا الکتب^{۱۲۳} آپ محدثین میں سے تھے، اور ان دس آدمیوں میں سے شمار کیے جاتے ہیں جنھوں نے تدوین کتب کیں۔ جب جامع سفیان آپ کے سامنے لائی گئی تو آپ نے کہا:

^{۱۲۱} ردی: مناقب امام عظیمؒ ۲، ۱۸۳، مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۲۱ھ

^{۱۲۲} ابن جبان: کتاب الثقات

^{۱۲۳} شیخ الدین ابو محمد عبد القادر قرشی: ذیل الجواهر المضية: ۲، ۵۳۴، مطبوعہ ہند ۱۳۳۲ھ

عن عكرمة قال لما قدم زفر البصرة نقل اليه جامع سفیان فقال هذا كلامنا
ينسب الى غيرنا ^{۱۲۵}

عکرمہ سے روایت ہے کہ جب زفر بصرہ آئے تو جامع سفیان آپ کے یہاں لائی گئی تو کہنے لگے یہ ہمارا کلام
ہے جو غیروں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

حافظ ابو نعیم الفضل بن دکن فرماتے ہیں:

انه كان ثقة مامونا ^{۱۲۵}

یعنی یہ کہ وہ حدیث میں ثقہ اور غلطیوں سے مامون تھے۔

ابو عمر کہتے ہیں،

انه كان ثقة في الحديث ^{۱۲۶}

یہ کہ وہ حدیث میں قابل اعتماد شمار کیے جاتے تھے۔

عباس الدوری سے روایت ہے:

سمعت يحيى (ابن سعيد) يقول انه ثقة مامون زاهد وبه عنه انه

كان غير مرتبة يضعه بالاثاق والزاهد والصلح ^{۱۲۷}

عباس الدوری سے مروی ہے کہ انھوں نے یحییٰ ابن سعید سے سنا کہ امام زفر، ثقہ، مامون اور زاہد تھے، اور آپ
نے بارہا امام زفر کو ثقہ، زاہد اور صلح کے اوصاف سے متصف کیا۔

یحییٰ ابن معین فرماتے تھے: ”زفر صاحب السلسلة ثقة مامونا“ ^{۱۲۸}

ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے:

لم يكن في الحديث إشعاع ^{۱۲۹}

^{۱۲۷} کردی: مناقب امام اعظم: ۲، ۸۳، ۸۴، مطبوعہ ہند۔ ^{۱۲۸} فقیر محمد جلی: حقائق الشیخ: ۵۹، مطبوعہ دارالکتب، ۱۳۳۲ھ۔

^{۱۲۶} محی الدین ابو عمر عبد القادر: الجواهر المصیبة: ۱، ۲۲۳، مطبوعہ ہند ۱۳۳۲ھ

^{۱۲۷} کردی: مناقب امام اعظم: ۲، ۱۸۳، مطبوعہ ہند ۱۳۲۱ھ

^{۱۲۸} محی الدین نووی: تہذیب الاسماء واللغات: ۱، ۱۹۷، مطبوعہ مصر

^{۱۲۹} ابن سعد: طبقات الکبریٰ: ۶

یعنی امام زفرؒ سے حدیث میں کوئی قابل ذکر چیز منقول نہیں ہے۔

علامہ زاہد الکوثری ابن سعد کے اس قول پر اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں:

قال ابن سعد، لم يكن في الحديث بشئ لعله يريد قلّة حديثه لانه يقال فلان لم يكن في الحديث بشئ بمعنى انه قليل الحديث يعنى في نظر القائل كما في السرفح والتمكيل لعبد الحى الكهنوى وهذا ربما يسلم بالنظر الى علم ابن سعد فقط

والا فزفر على علوم منزلته في الاجتهاد حافظ معروف بالانقان عند ابن حبان وغيره۔^{۳۹}

ابن سعد کہتے ہیں کہ امام زفرؒ کی حدیث میں کوئی قابل ذکر چیز نہیں۔ شاید کہ ان کی مراد قلت حدیث سے ہو، اس لیے کہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ظلال شخص کی حدیث میں کوئی چیز نہیں، یعنی اس کی کم حدیثیں ہیں (کنے والے کی نظر میں) جیسا کہ عبدالحی کھنوی نے درجہ ارفع اور کاملیت سے اس کی تاویل کی ہے۔ یہ بات ابن سعد کی صرف علمی عظمت کی وجہ سے کسی حد تک قابل قبول بھی ہے۔ لیکن امام زفرؒ اجتہاد کی اعلیٰ خصوصیات کے حامل تھے۔ پرہیزگاری میں مشہور حافظ حدیث تھے۔

مشہور محدث وکیع بن الجراح فرماتے ہیں کہ مجھے امام زفرؒ کی مجالس کے سوا کسی مجلس نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا۔ امام زفرؒ ایک قابل اعتماد اور غلطیوں سے محفوظ راوی تھے، جس پر ہم عصر علما کے اقوال شاہد ہیں۔ آپ نے حضرت امام ابو حنیفہ سے کتاب الآثار روایت کی جو آپ سے محمد بن مزاحم المروزی، حکم بن ایوب اور شداد بن حکیم نے روایت کی۔ اس کا تذکرہ امام حاکم نیشاپوری کی تصنیف معرفۃ علوم الحدیث کے صفحہ ۶۴ پر موجود ہے۔ اس کے علاوہ کئی ایک آپ سے روایات ابونعیم کی تاریخ صنفیان اور تاریخ خطیب جیسی کتابوں میں یکھری ہوئی ہیں۔ صحاح ستہ کے مشہور راوی وکیع بن الجراح، محمد بن عبد اللہ، الضحاک بن محمد البلیل اور خلف بن ایوب جیسے نامور آئمہ حدیث کو آپ کا شاگرد دھونے کا اعزاز حاصل ہے۔

امام زفرؒ اور علم فقہ

امام زفرؒ کی پوری زندگی فقہ، ورع، اجتہاد اور عبادت گزاری پر مبنی ہے اور یہی وہ نمایاں خصوصیات

تھیں جن کی وجہ سے امام صاحب کی رحلت کے بعد تشنگانِ علم و عرفان کی نظریں اس چشمہٴ صافی پر مرکوز ہوئیں۔ بلخ بن وکیع اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

قال كان زفر وعاشد يد الورع والاجتهاد والعبادة وقليل الكتابة يحفظ ما يسمع حسن القياس فلما مات الامام اقبل الناس عليه فما كان ياتي لابي يوسف الانفر ليسير النسيان والثلاثة^{۳۲} كتمت^{۳۳} ہیں کہ امام زفر نہایت پرہیزگار تھے۔ یہ پرہیزگاری اجتہاد اور عبادت میں غالب اثر رکھتی تھی۔ آپ بہت کم لکھتے تھے۔ جو کچھ سنتے یاد کر لیتے۔ آپ بہترین قیاس کرتے تھے۔ جب امام ابو حنیفہ فوت ہو گئے تو لوگوں نے آپ کو مرکزِ التفات قرار دے لیا۔ ابو یوسف کے ہاں صرف ایک، دویاتین آدمی آیا کرتے تھے۔ ابنِ جبان نے کہا ہے:

كان فقيها حافظا قليل الخطاء^{۳۴}
آپ ایک فقیہ، حافظ اور کم غلطی کرنے والے تھے۔
یحییٰ بن اکثم فرماتے ہیں:

قال أكثر المجالسنة ابي بعد الامام معه لانه كان جمع الى الفقه الورع^{۳۵}
میرے والد کی اکثر مجالس امام زفر کے ساتھ رہیں، اس لیے کہ امام زفر میں فقہ اور پرہیزگاری کا امتزاج تھا۔
المدینی الخوارزمی محمد بن حنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ اور ابوبکر بن ابی شیبہ سے امام زفر کے بارے میں استفسار کیا تو دونوں نے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھے،
اور ابو نعیم اس سے بھی زیادہ مرتبہ دیتے تھے^{۳۶}
نیر الدین زرکلی نے اپنی کتاب ”الاعلام“ میں لکھا ہے:
ابوالهذیل فقیہ کبیر من اصحاب الامام ابی حنیفہ^{۳۷}

^{۳۲} کردی، مناقب امام اعظم، ۲: ۱۸۵، مطبوعہ ہند

^{۳۳} کردی، مناقب امام اعظم، ۲: ۱۸۳، مطبوعہ ہند

^{۳۴} زاہد الکوفی، لمحات النظر، ۶، مطبوعہ مصر

^{۳۵} نیر الدین زرکلی، الاعلام، مطبوعہ مصر ۱۳۷۲ھ

ابوالذیل (امام زفر) امام ابوحنیفہ کے ساتھیوں میں سے ایک بہت بڑے فقیہ تھے۔

میزان الاعتدال میں ہے :

زفر بن الہذیل أحد الفقهاء والعباء صدوق وثقه ابن مبین وقیم واحد۔^{۳۵۷}

زفر بن الہذیل فقیہوں میں سے ایک فقیہ اور سچے عبادت گزاروں میں سے ایک عابد تھے۔ یحییٰ بن معین اور ان

جیسے دوسروں نے بھی انھیں ثقہ مانا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ

اسمعیل بن حماد بن ابی حنیفہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کے دس نمایاں شاگرد تھے، جو ابویوسفؒ، زفرؒ، اسد بن عمرو البجلیؒ، عافیہ الاودیؒ، داؤد الطائیؒ، قاسم بن معن المسعودیؒ، علی بن مسرؒ، نجی بن زکریا بن ابی زائدہ اور جبان و مندل ابنا علی الغنزیؒ۔ لیکن ابویوسفؒ اور زفرؒ جیسا کوئی بھی نہ تھا۔^{۳۵۸}

امام ابوحنیفہؒ آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ آپ کے تبحر علمی کا اکثر اظہار کیا کرتے۔ امام زفرؒ کی شادی کے موقع پر آپ نے فرمایا :

هذا زفر من ائمة المسلمين وعلم من اعلامهم في شرافه وحسبه ونسبه۔^{۳۵۹}

یہ امام زفر مسلمانوں کے امام ہیں، اور اپنے شرف اور حسب و نسب میں سرداروں کے سردار ہیں۔

مصعب بن مقدم سے روایت ہے :

سمعت الامام (ابا حنیفہ) يقول لا اجتماع قلبي كله لرجل الا لزرار اذا تكلم۔^{۳۶۰}

میں نے امام ابوحنیفہؒ کو کہتے سنا کہ میں نے زفرؒ کے سوا کبھی کسی کی بات دلی توجہ سے نہیں سنی۔

احمد امین لکھتے ہیں :

^{۳۵۷} ذہبی : میزان الاعتدال : ۲ : ۷۱، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ علی البیانی الحلبی وشرکاء ۱۳۸۳ھ

^{۳۵۸} موفق : مناقب امام اعظم : ۲ : ۲۳۵، مطبوعہ حیدرآباد ہند

^{۳۵۹} محی الدین ابی محمد عبدالقادر : الجواهر المصنیه : ۱ : ۲۴۳، مطبوعہ حیدرآباد ہند

^{۳۶۰} کدوری : مناقب امام اعظم : ۲ : ۱۸۹، مطبوعہ حیدرآباد ہند۔

امام زفر من تمیم کان من اشد اصحاب ابی حنیفۃ وکان امہرہم فی القیاس و اکثرہم التزاما المسکک فی الروای کان ابوہذیل و الیاعلی البصرۃ وکان انت امہ فارسیۃ فورث وجہہ من امہ ولسانہ من ابیہ وکان قوی الحجۃ مقدما عنہ اصحاب ابی حنیفۃ قیاسا۔ ولد سنہ ۱۱۰ھ وتوفی ۱۵۸ھ۔

و یعجبنی فی المقارنۃ بین الثلاثۃ ماروی عن المزنی صاحب الشافعی انه جاعلہ فی فستلہ عن اهل العراق قال ما تقول فی ابی حنیفۃ؟ قال سیئہم۔ قال فابو یوسف؟ قال اتبعہم للحدیث قال محمد بن الحسن؟ قال اکثرہم تفویعا قال زفر؟ قال احدثہم قیاسا۔ سنکہ امام زفر تمیمی تھے۔ ابو حنیفہ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ مشہور تھے۔ ان سب سے قیاس میں زیادہ ماہر تھے۔ اور ان میں سے زیادہ آپ کی رائے کا آپ کے مسلک کی وجہ سے التزام کرتے۔ آپ کے والد ہذیل بصرہ کے والی تھے اور والدہ فارسی النس تھیں۔ آپ کا چہرہ والدہ سے مشابہ تھا اور زبان باپ سے۔ آپ پختہ دلیل کے مالک تھے۔ قیاس میں ابو حنیفہ کے شاگردوں میں درجہ اول کے شاگرد تھے۔ ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۸ھ میں فوت ہوئے۔

اور یہ بات مجھے اچھی لگی ہے جو ان تینوں کے درمیان رابطہ پیدا کرنے کے لیے امام شافعی کے شاگرد مزنی سے روایت کی گئی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اہل عراق کے بارے میں پوچھا۔ کہ ابو حنیفہ کے بارے کیا کہتے ہو۔ جواب دیا کہ وہ ان کے سردار ہیں۔ پوچھا ابو یوسف کے بارے میں۔ جواب دیا کہ وہ ان میں سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے ہیں۔ پوچھا محمد بن حسن۔ کہا کہ وہ سب سے زیادہ استنباط کرنے والے ہیں۔ پوچھا زفر۔ جواب دیا کہ وہ ان میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے ہیں۔

امام ابو حنیفہ سے عبد اللہ بن عثمان اپنے باپ کے حوالے سے ایک مثال بیان کرتے ہیں :
امام ابو حنیفہ کا کہتے تھے کہ وہ ایک پرندے کی مانند ہیں، جس کا جسم ابو یوسفؒ، دایاں پر محمد بن الحسنؒ اور بائیں پر زفرؒ ہے، اور اس کا کوئی بال دپر نہیں مگر وہ امت کا فقیہ ہے ایسے
امام ابن القیم نے "اعلام الموقعین" میں آپ کو کوفہ کے ممتاز مفتیوں میں شمار کیا ہے۔ ابن عبد البر کہتے ہیں:

۱۵۰ھ احمد امین : فہمی الاسلام : ۲۰ : ۲۰۳، مطبوعہ مصر ۱۳۵۳ھ

۱۵۱ھ کردوسی : مناقب امام اعظم : ۱۰۱، ۱۰۲، مطبوعہ حیدرآباد ہند

۱۵۲ھ ابن قیم : اعلام الموقعین : ۱ : ۹، مطبوعہ دہلی ہند ۱۳۱۳ھ

زفر بن النذیل ثم التیمی فكان کبیرا من کبار اصحاب ابی حنیفة وافقههم کان
یقول انه کان احسنهم قیاسا۔^{۴۳}

زفر بن النذیل تیمی، حضرت امام ابو حنیفہ کے بڑے بڑے شاگردوں میں سے ایک بڑے شاگرد اور سب سے
زیادہ فقیہ تھے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ان میں سب سے زیادہ قیاس کرنے والے ہیں۔

فضل بن وکیب کہتے ہیں جب حضرت امام ابو حنیفہ رحلت فرما گئے تو میں نے امام زفر کی صحبت کو اپنے
اوپر لازم کر لیا، اس لیے کہ وہ امام ابو حنیفہ کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ فقیہ اور پرہیزگار تھے۔
میں نے ان سے علم کا گراں قدر حصہ حاصل کیا۔^{۴۴}

امام نسفی صاحب المنظومہ حسن بن زیاد کی ایک روایت نقل کرتے ہیں :

ان المتقدم فی مجلس الامام کان زفر وقلوب الا اصحاب المید امیل۔^{۴۵}
امام ابو حنیفہ کی مجلس میں پہلے درجہ کے تھے اور تمام شاگردوں کے دل آپ کی طرف سب سے زیادہ مائل ہوتے تھے۔
دیکھ ابن الجراح کے بارے آتا ہے :

قیل لو کعب تختلف الی زفر فقال غرتھونا بابی حنیفة حتی مات تریدون ان تغرونا
عن زفر حتی نحتاج الی اسعد واصحابہ۔^{۴۶}

دیکھ ابن الجراح سے کہا گیا کہ آپ امام زفر کی طرف بہت آتے جلتے ہیں۔ کہنے لگے کہ آپ لوگوں نے مجھے امام ابو حنیفہ کے
بارے غلط فہمی میں رکھا، یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔ اب تم امام زفر کے بارے میں مجھے غلط فہمی میں ڈالنا چاہتے ہو، یہاں تک
کہ اسعد اور ان کے ساتھیوں کا محتاج ہونا پڑے۔

یحییٰ بن اکثم سے ایک روایت حضرت دیکھ ابن الجراح کے بارے مروی ہے :

عن یحییٰ بن اکثم قال زایت دکیعا فی اخر عمر یختلف الیہ بالغدوات والی ابی یوسف
بالعشیات ثم تروا ابی یوسف وجعل کل اختلاف الیہ لانه کان افرغ کان

^{۴۳} ابن عبد البر : استقار : ۱۷۳، مطبوعہ مصر ۱۳۵۰ھ

^{۴۴} محی الدین ابی محمد عبدالقادر : الجواهر المصنیه : ۲ : ۵۳۲، مطبوعہ ہند ۱۳۳۲ھ

^{۴۵} کردری : مناقب امام اعظم : ۲ : ۱۸۳، مطبوعہ حیدرآباد ہند ^{۴۶} ایضاً

بقول الحمد لله الذى جعلك خلفا لنا عن الامام ولكن لا يذهب عنى حسنة الامام ^{۵۷۷}
یحییٰ بن اکثم سے روایت ہے کہ میں نے وکیع ابن الجراح کو دیکھا کہ وہ آخر عمر میں صبح کو امام زفر کے ہاں اور شام کو
ابو یوسف کے ہاں آتے جاتے۔ پھر انھوں نے امام ابو یوسف کے ہاں آنا جانا ترک کر دیا اور صرف امام زفر کے ہاں آتے
جاتے، اس لیے کہ پ زیادہ فارغ ہوتے تھے، اور کہا کرتے الحمد لله کہ جس نے آپ جیسا جانشین ہمیں عطا کیا۔
لیکن امام صاحب کحیرت پھر بھی باقی رہے گی۔

شفیق بن براہیم کہتے ہیں:

أخذت العبادة عن عباد ابن كثير والفقہ عن زفر ^{۵۷۸}

میں نے عبادت عباد ابن کثیر سے اور فقہ امام زفر سے حاصل کیا۔

وکیع ابن الجراح فرماتے ہیں:

ما نفعنى مجالسته احد مثل ما نفعنى مجالسة زفر ^{۵۷۹}

مجھے کسی کی مجالس نے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا کہ امام زفر کی مجالس نے دیا ہے۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے حضرت امام ابو حنیفہ نے اپنی نیابت کا حق دار حضرت امام زفر کو قرار دیا اور پھر یہ
بھی روایت گزر چکی ہے کہ امام ابو حنیفہ آپ کو صرف ایک فقیہ ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ آپ کو قاضیوں اور ارباب
فتویٰ کا مربی قرار دیتے تھے۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ میرا دل مکمل طور پر اگر کسی کے
کلام کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو امام زفر کی طرف متوجہ ہوتا ہے، جب وہ کلام کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر مشہور
علماء کے اقوال جو ذکر کیے جا چکے ہیں اس بات کی مکمل تائید کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے ہاں امام زفر کا جو
مقام تھا وہ اس کے حق دار تھے۔ وہ ایک کامل مجتہد تھے جس کی وجہ سے آپ کی آرا کو کافی وزن حاصل ہے۔
آج تک ان کی آرا منفرد حیثیت میں فقہ کی کتابوں میں محفوظ ہیں، بلکہ اس وقت کا جو نقشہ ابو حامد انبیل ^{۵۸۰}
کے اس رویے سے سامنے آتا ہے کہ وہ جب بھی کبھی مجلس مناظرہ میں بیٹھتے تو امام ابو حنیفہ اور امام زفر

^{۵۷۷} محی الدین ابی محمد عبدالقادر: الجواهر المضية: ۱۲، ۵۳۴، مطبوعہ ہند

^{۵۷۸} کردبی: مناقب امام اعظم: ۲، ۱۸۵، مطبوعہ حیدرآباد ہند

^{۵۷۹} ایضاً، ص ۱۸۵

^{۵۸۰} ایضاً، ص ۱۸۵

کی آرا کو علیحدہ علیحدہ حیثیت میں ذکر کرتے، آپ کی اجتہادانہ حیثیت پر دال ہے۔

ابن خلکان نے معان ابن زکریا کی کتاب "الجلیس والانیس" سے عبد الرحمن بن معز کی ایک روایت جو کہ مختصر صورت میں الجواہر المضمیہ میں یوں آئی ہے، نقل کی ہے:

ذکر الحافظ النیساپوری ان رجلاً جاء الى الامام وقال لا ادري اطلقت امرأتی ام لا قال لا عليك حتى يتيقن بالطلاق ثم سال الثوري فقال لا تقر بالرجعة فسال شريكاً فقال طلقها ثم راجعها - فجاء الى زفر فحكى له الاقاويل فقال الامام فقهه افق بالفقه والثوري بالورع واما شريك بالحزم فاضرب لکم مثلاً ان رجلاً شك هل احباب ثوبه نجس ام لا فقال الامام لا عليك قيل العلم بالنجاسة والثوري قال لو غسلته لا عليك واما شريك فقال بل عليه ثم اغسله ۱۵۹

حافظ عبد اللہ الحاکم نیساپوری نے ذکر کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے ہاں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا جب تک تجھے طلاق دینے کا یقین نہ آجائے تیری کوئی طلاق نہیں۔ پھر وہ سفیان ثوری کے پاس گیا، انھوں نے کہا رجعت کر لے، تجھے یہ کوئی ضرر نہیں دے گی۔ پھر وہ شریک بن عبد اللہ کے پاس گیا، انھوں نے کہا طلاق دے دے اور پھر رجعت کر لے۔ پھر وہ امام زفر کے پاس گیا اور تمام بات سنائی تو امام زفر کہنے لگے کہ امام ابو حنیفہ نے فقہ سے، ثوری نے پرہیزگاری سے اور شریک نے احتیاط سے فتویٰ دیا ہے۔ میں تجھے ایک مثال دیتا ہوں کہ ایک شخص کو کپڑے پر گندگی لگنے کا شک ہو گیا، جب تک یقینی علم نہ ہو کپڑا پاک ہے اور ثوری نے کہا کہ دھو لو تو کوئی مضائقہ نہیں، اور شریک نے کہا کہ اسے پھر گندگی لگاؤ اور پھر دھو ڈالو۔ تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد ان الفاظ کے ساتھ تبصرہ کیا ہے:

وقد احسن زفر في فضله بين هؤلاء الثلاثة فيما افق به في هذه المسئلة وفيما اضربه لساكنه من الامثلة ۱۶۰

امام زفر نے ان تینوں سے اپنا فتویٰ دینے اور مثال دے کر اپنے مسائل کو سمجھانے میں زیادہ کمال کا مظاہرہ کیا ہے۔

۱۵۹ محی الدین ابی محمد عبد القادر : ذیل الجواہر المضمیہ : ۲ : ۵۴۴ - مطبوعہ ہند، حیدرآباد۔

۱۶۰ ابن خلکان : وفیات الاعیان : ۲ : ۵۴۴ - مطبوعہ دار الفکر (بیروت)۔

امام ابو حنیفہ اور امام زفر کے اختلافات باہمی تشریحی و تطبیقی بنا پر ہیں۔ اصول وہی تھے جو استاد محترم کے تھے، جس کی تصدیق الضحاک بن مخلد کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ:

سمعت زفر یقول ما خالفت اباحنیفۃ فی قولہ الا قد کان ابو حنیفۃ یقول بہ^{۲۷} میں نے امام زفر کو کہتے سنا ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ کے قول کی مخالفت نہیں کی بلکہ وہی قول اس سے پہلے امام صاحب سے مروی ہیں۔

(باقی آئندہ)

۲۷ محی الدین ابی محمد عبدالقادر: الجواهر المفضیہ: ۱: ۲۴۳، مطبوعہ ہند

سطحات

از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی — اردو ترجمہ: مولانا سید محمد متین ہاشمی

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی برصغیر پاک و ہند کی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہیں پورے عالم اسلامی میں نہایت قابلِ فخر اور بلند مرتبہ ہستی سمجھا جاتا ہے۔ وہ بہترین مصلح، بہت بڑے مصنف، حمید عالم دین، نامور فقیہ، جلیل القدر محدث، بہت بڑے فقیہ، بلند پایہ مفکر اور عظیم صوفی تھے۔ ان کی تصنیفات اہل علم کے لیے شعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں جن افکار و خیالات کا اظہار کیا گیا ہے، وہ ہر دور کے لیے مفید اور قابلِ عمل ہیں۔

شاہ صاحب کی گراں قدر تصنیفات میں ”سطحات“ کو خاص اہمیت حاصل ہے، اس کے اردو ترجمے کی اشد ضرورت تھی۔ ملک کے مشہور عالم مولانا سید محمد متین ہاشمی نے اس کو اردو کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔ فاضل مترجم نے حل طلب مقامات پر ہاشمی بھی تحریر کیے ہیں اور جامع مقدمہ بھی لکھا ہے جس میں شاہ صاحب اور ان کے خاندان کے خدمات اور ان کی خدمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

قیمت: ۱۳ روپے

چلنے کا پتا: ادارۃ ثقافت اسلام، گلبرگ، لاہور